ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 3902

Program: BS Islamic Studies (Seerat Studies)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ (شعبہ سیرت سٹڈیز)

کورس: سیرت النبی ﷺ کا موضوعاتی مطالعہ: معاشرتی ومعاشی پہلو (3902) • سطح: بی ایس علوم اسلامیہ (سیرت سٹڈیز)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ 5–9)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 0

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: تجارت کی فضیلت اور بنیادی اصول، اور عصرِ حاضر کے کاروبار میں ان سے رہنمائی (20 نمبر)

سوال نمبر 1۔ تجارت کی فضیلت اور بنیادی اصول واضح کریں نیز عصر حاضر کے کاروباری معاملات میں ان اصولوں سے رہنمائی لینے کا عملی طریقہ کار متعین کریں۔ (20)

تعارف

تجارت انسانی تمدن کی قدیم ترین سرگرمیوں میں سے ایک ہے، اور اسلام نے اسے نہ صرف جائز قرار دیا بلکہ دیانت کے ساتھ کی جانے والی تجارت کو بڑی فضیلت کا کام بتایا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال اور سود کو حرام قرار دے کر معاشی زندگی کی سمت متعین کی (سورۃ البقرہ، آیت 275 کا مفہوم) اور نمازِ جمعہ کے بعد زمین میں پھیل کر اللہ کا فضل تلاش کرنے کا حکم دے کر کسبِ معاش کو عبادت کے تسلسل میں جوڑ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود نبوت سے پہلے کامیاب تاجر تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر شام کے تجارتی سفر کیے اور آپ کی دیانت و امانت ہی وہ صفت تھی جس کی بنا پر آپ کو امین کہا گیا۔ مدینہ میں آپ نے مہاجرین کو تجارت کی ترغیب دی، بازار قائم فرمایا اور اس کے اصول واضح کیے۔ زیرِ نظر جواب میں تجارت کی فضیلت، اس کے بنیادی اصول اور آج کے کاروباری معاملات میں ان سے رہنمائی کا عملی طریقہ کار بیان کیا جائے گا۔

تجارت کی فضیلت

تجارت کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ یہ حلال روزی کا باعزت ذریعہ ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی نے اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا جو اس نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا۔ سچے اور امانت دار تاجر کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی کہ وہ قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا، جس سے تاجر کا بلند مقام واضح ہوتا ہے۔ تجارت فرد کو خود کفیل بناتی ہے، مانگنے اور دوسروں پر بوجھ بننے سے بچاتی ہے، روزگار کے مواقع پیدا کرتی ہے اور معاشرے میں دولت کی گردش کا ذریعہ بنتی ہے۔ صحابہ کرام میں بڑے بڑے تاجر گزرے ہیں، حضرت عثمان غنی اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کی تجارت اور پھر اسی مال سے ان کی فیاضی اسلام کی سماجی خدمت کی روشن مثالیں ہیں۔ مدینہ کی معیشت کو کھڑا کرنے میں بھی تجارت کا مرکزی کردار رہا، کیونکہ یہی پیشہ مہاجرین کی باعزت آبادکاری کا سبب بنا۔ اس لیے تجارت کو محض دنیاوی مشغلہ سمجھنا درست نہیں؛ نیت درست ہو اور اصولوں کی پابندی ہو تو یہ عبادت اور خدمتِ خلق دونوں ہے۔

تجارت کے بنیادی اصول

تجارت کا پہلا اصول سچائی اور امانت ہے: بیچنے والا مال کی حقیقت بیان کرے، عیب چھپانا حرام قرار دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاجر کی برکت ختم ہونے کی وعید سنائی جو جھوٹی قسم کھا کر مال بیچتا ہے۔ دوسرا اصول باہمی رضامندی اور واضح معاہدہ ہے: خرید و فروخت فریقین کی خوشی سے ہو، قیمت، مقدار اور ادائیگی کی شرائط پہلے سے طے ہوں اور ابہام یعنی غرر والی صورتیں ختم کی جائیں تاکہ بعد میں جھگڑا نہ اٹھے۔ تیسرا اصول ناپ تول کی پوری ادائیگی ہے: قرآن نے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے سخت وعید بیان فرمائی ہے (سورۃ المطففین کا مفہوم)۔ چوتھا اصول سود، جوا، ذخیرہ اندوزی اور ہر ناجائز منافع خوری سے اجتناب ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہنگائی کی غرض سے مال روکنے والے یعنی محتکر کو لعنت کا مستحق قرار دیا۔ پانچواں اصول حلال مال میں تجارت ہے: حرام اشیا مثلاً شراب اور بتوں کے کاروبار کو آپ نے حرام ٹھہرایا۔ چھٹا اصول وعدے کی پاسداری اور ملازموں و شراکت داروں کے حقوق کی ادائیگی ہے: مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دینے کا حکم اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ ساتواں اصول یہ ہے کہ تجارت انسان کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کرے: مدح ان تاجروں کی کی گئی جو خرید و فروخت میں بھی اللہ کا ذکر اور نماز نہیں بھولتے (سورۃ النور، آیت 37 کا مفہوم)۔

جدول 1: تجارت کے اصول اور آج کی کاروباری صورت

اصول	سیرتی بنیاد	آج کی عملی صورت
سچائی و امانت	عیب چھپانے کی ممانعت	درست اشتہار، اصلی مصنوعات، وارنٹی کا احترام
واضح معاہدہ	باہمی رضامندی کی شرط	تحریری معاہدے، واضح شرائط و پالیسیاں
ناپ تول کی کمال ادائیگی	مطففین کے لیے وعید	درست وزن و مقدار، معیار کی گارنٹی
ذخیرہ اندوزی کی ممانعت	محتکر پر لعنت	مصنوعی قلت پیدا نہ کرنا، منصفانہ قیمت

سود سے پاک مالیات، اسلامی بینکاری کا استعمال	سود کی حرمت	سود سے اجتناب
بروقت تنخواہ، محفوظ ماحول، منصفانہ اوقات	پسینے سے پہلے مزدوری کا حکم	مزدور کے حقوق

عصر حاضر میں رہنمائی کا عملی طریقہ کار

ان اصولوں سے رہنمائی کا عملی طریقہ کار چند واضح اقدامات پر مشتمل ہے۔ پہلا قدم کاروبار کا باقاعدہ ڈھانچا بنانا ہے: کاروبار کی قانونی رجسٹریشن، کھاتوں کا صاف حساب، ٹیکس کی دیانتدارانہ ادائیگی اور تحریری معاہدے شریعت کے اسی اصول کی جدید صورت ہیں کہ معاملات واضح اور ریکارڈ یافتہ ہوں۔ دوسرا قدم مصنوعات کی صداقت ہے: آن لائن اور آف لائن ہر جگہ وہی دکھایا اور بتایا جائے جو مال کی اصل حقیقت ہے، جعلی برانڈ، ملاوٹی خوراک اور جھوٹے دعووں والے اشتہار شرعی اصول کی صریح خلاف ورزی ہیں۔ تیسرا قدم منصفانہ قیمت پالیسی ہے: ضرورت کی چیزوں میں مصنوعی قلت، مل کر قیمتیں بڑھانا یا کمزور گاہک کا استحصال دخیرہ اندوزی کی جدید شکلیں ہیں، لہٰذا مناسب منافع پر قناعت کی جائے۔ چوتھا قدم مالیاتی صفائی ہے: سود والے قرضوں سے حتی الامکان اجتناب اور اسلامی بینکاری، مشارکہ و مضاربہ جیسے متبادلات کا جائزہ لیا جائے؛ البتہ کسی خاص مالیاتی پراڈکٹ کے شرعی حکم پر فیصلہ مستند علماء اور شرعی بورڈز کا کام ہے۔ پانچواں قدم ملازمین کے حقوق کا نظام ہے: بروقت تنخواہ، اوور ٹائم کا معاوضہ، صحت و حفاظت اور عزتِ نفس کا تحفظ اسوۂ نبوی کی روشنی میں کاروباری اخلاق کا حصہ ہے۔ چھٹا قدم گاہک کی خدمت اور شکایت کا ازالہ ہے: مال واپسی و تبدیلی کی واضح پالیسی اور شکایت پر توجہ اعتماد پیدا کرتی ہے۔ ساتواں قدم سماجی ذمہ داری ہے: منافع کا ایک حصہ زکوٰۃ و صدقے کے لیے باقاعدگی سے نکالا جائے تاکہ کاروبار معاشرے کی خدمت سے جڑا رہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ تجارت اسلام میں فضیلت والا حلال پیشہ ہے جسے سچائی، امانت، واضح معاہدے، ناپ تول کی ادائیگی، سود و ذخیرہ اندوزی سے پرہیز اور حقوق العباد کی پاسداری جیسے اصولوں سے مزین کیا گیا ہے۔ آج کا تاجر اگر شفاف کھاتے، درست اشتہار، منصفانہ قیمت، سود سے اجتناب، ملازمین کے حقوق اور سماجی ذمہ داری کو اپنا عملی پروگرام بنا لے تو اس کا کاروبار محض منافع کا ذریعہ نہیں رہے گا بلکہ اعتماد، برکت اور معاشرتی بھلائی کا سبب بن جائے گا، اور یہی تجارت کا نبوی ماڈل ہے۔

سوال نمبر 2: مصارفِ زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کے معاشرتی اثرات (20 نمبر)

سوال نمبر 2۔ زکوٰۃ کے مصارف بیان کریں نیز انفاق فی سبیل اللہ کے معاشرتی اثرات پر نوٹ لکھیں۔ (20)

تعارف

زکوٰۃ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک اہم رکن اور مالی عبادات کی سب سے منظم صورت ہے۔ اس کا لفظی مطلب پاکیزگی اور نشوونما ہے: زکوٰۃ ادا کرنے سے مال پاک بھی ہوتا ہے اور اس میں برکت و بڑھوتری بھی آتی ہے۔ قرآن کریم میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر بار بار آیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں عبادتِ خداوندی اور خدمتِ خلق لازم و ملزوم ہیں۔ مدینہ میں ریاستی نظام قائم ہونے کے بعد زکوٰۃ کو باقاعدہ نظام کی صورت دی گئی، عاملین مقرر ہوئے، نصاب و شرح متعین کی گئی اور مصارف یعنی زکوٰۃ خرچ کرنے کی آٹھ مدیں قرآن میں صراحت سے بیان فرما دی گئیں (سورۃ التوبہ، آیت 60)۔ زیرِ نظر جواب میں پہلے ان آٹھ مصارف کی وضاحت کی جائے گی، پھر انفاق فی سبیل اللہ کے معاشرتی اثرات پر نوٹ پیش کیا جائے گا۔ یاد رہے کہ زکوٰۃ کے جزئی احکام مثلاً نصاب کی موجودہ مالیت اور اختلافی مسائل میں فیصلہ مستند علماء ہی کا معتبر ہو گا، یہاں مقصد کورس کے مطالعے کی روشنی میں عمومی وضاحت ہے۔

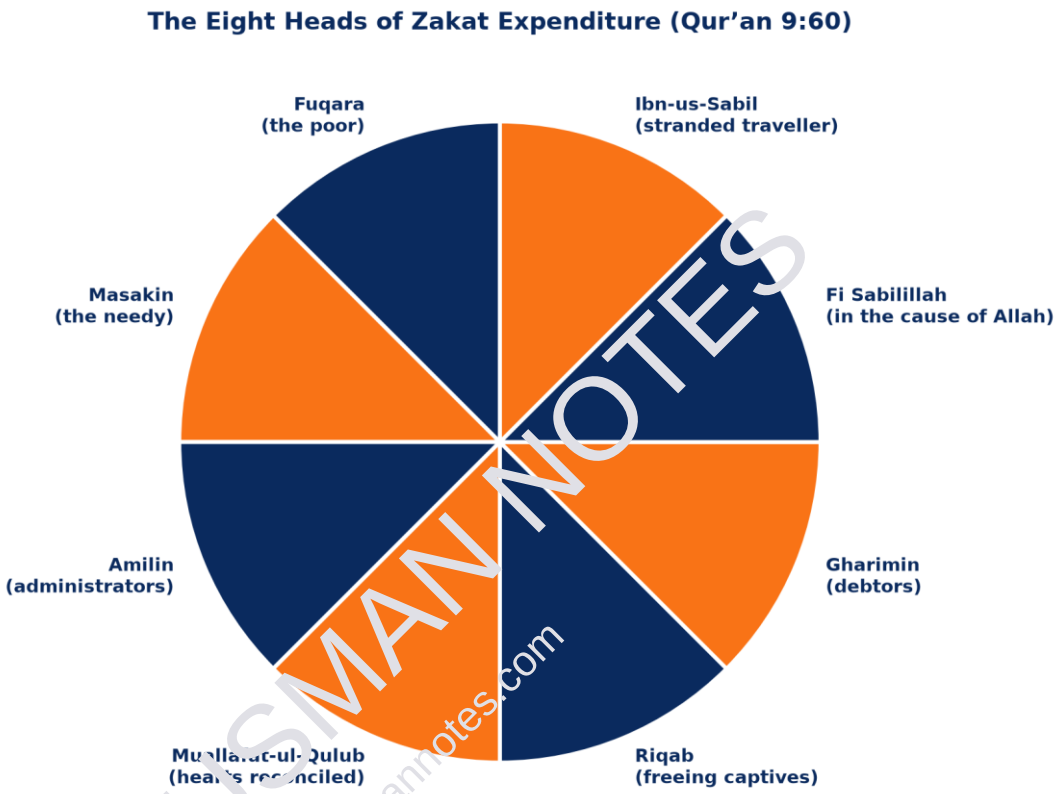
مصارفِ زکوٰۃ: آٹھ مدیں

پہلا مصرف فقراء ہیں، یعنی وہ لوگ جن کے پاس بنیادی ضروریات کی تکمیل کے وسائل نہیں، خواہ وہ عارضی تنگی کا شکار ہوں یا مستقل محتاج۔ دوسرا مصرف مساکین ہیں، ایسے نادار جن کی حالت فقراء سے بھی زیادہ درماندہ ہو یا جن کے پاس کچھ ہو مگر ضرورت پوری نہ ہو؛ دونوں مدوں کا مقصد یہ ہے کہ معاشرے کے سب سے کمزور طبقے کو عزت کے ساتھ سہارا ملے۔ تیسرا مصرف عاملینِ زکوٰۃ ہیں، یعنی وہ اہل کار جو زکوٰۃ کی وصولی، حساب کتاب اور تقسیم پر مقرر ہوں؛ انہیں ان کے کام کا معاوضہ زکوٰۃ سے دیا جا سکتا ہے تاکہ یہ نظام مستقل اور پیشہ ورانہ انداز میں چلتا رہے۔ چوتھا مصرف مولفۃ القلوب ہے، یعنی وہ افراد جن کی دلجوئی اور تالیفِ قلب مقصود ہو تاکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے قریب

آئیں یا ان کے شر سے معاشرہ محفوظ رہے۔ پانچواں مصرف رقاب یعنی گردنوں کی آزادی ہے: غلاموں کو آزاد کرانے یا قیدیوں کے فدیے اور انسانی اسمگلنگ کے شکار افراد کی رہائی جیسی صورتیں اس مد کے ذیل میں آتی ہیں، اور اس سے ظاہر ہے کہ اسلام نے انسان کی آزادی کو مالی نظام کا باقاعدہ مقصد قرار دیا۔

چھٹا مصرف غارمین ہیں، یعنی مقروض افراد: جو شخص جائز ضرورت کی وجہ سے قرض میں ڈوب گیا ہو اور ادائیگی کی استطاعت نہ رکھتا ہو، اس کا قرض زکوٰۃ سے اتارا جا سکتا ہے، اسی طرح باہمی صلح کرانے کے لیے ذمہ داری اٹھانے والا بھی اس مد میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ ساتواں مصرف فی سبیل اللہ ہے، جس کا بنیادی مفہوم اللہ کے دین کی سربلندی اور دفاع کے لیے خرچ کرنا ہے، اور اہلِ علم نے اس کی وسعت کے بارے میں مختلف رائے پیش کی ہیں، اس لیے اس مد کے اطلاق میں بھی علماء کی رہنمائی ضروری ہے۔ آٹھواں مصرف ابن السبیل یعنی مسافر ہے: جو مسافر سفر میں مال سے کٹ جائے اور گھر پہنچنے کا ذریعہ نہ رکھتا ہو، خواہ وہ اپنے شہر میں مالدار ہی کیوں نہ ہو، اسے بقدرِ ضرورت زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ ان آٹھ مدوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کا نظام غربت، غلامی، قرض، بے گھری اور سفر جیسے مسائل کو ایک ساتھ حل کرتا ہے اور اس میں کوئی مد ایسے افراد کے لیے نہیں جو خود نصاب کے مالک اور مستغنی ہوں۔

USMAN NOTES www.usmannotes.com



USMAN NOTES
www.usmannotes.com

شکل1: مصارفِ زکوٰۃ کی آٹھ مدیں(سورۃالتوبہ، آیت60)

زکوٰۃ کے نظام کی خصوصیات

زکوٰۃ کی چند نمایاں خصوصیات اسے خیرات کی عام صورتوں سے ممتاز کرتی ہیں۔ یہ فرض ہے، احسان نہیں: نادار کا یہ مال میں حق قرار دیا گیا ہے، اس لیے دینے والا احسان جتانے کا حق نہیں رکھتا اور لینے والے کی عزتِ نفس محفوظ رہتی ہے۔ یہ مقررہ شرح سے لی جاتی ہے، جسے عمومی طور پر ڈھائی فیصد بیان کیا جاتا ہے، چنانچہ یہ ایک قابلِ پیش گوئی اور مستقل سماجی تحفظ کا نظام بنتی ہے۔ یہ زیادہ تر مقامی تقسیم کی ترغیب دیتی ہے تاکہ ہر علاقے کے نادار پہلے اپنے ہی شہر و برادری سے مستفید ہوں۔ اس کے نظام میں شفافیت بھی ضروری ہے، اسی لیے عاملین کا باقاعدہ تقرر اور حساب کتاب کی روایت قائم کی گئی۔ یہ بھی واضح رہے کہ زکوٰۃ کے پیسے کو مسجد کی تعمیر یا عام رفاہی مصرف میں لگانے جیسے مسائل میں فقہی بحث موجود ہے، لہٰذا طالب علم کو اپنے مسلک کے مستند علماء سے رہنمائی لینی چاہیے۔

انفاق فی سبیل اللہ کے معاشرتی اثرات

انفاق سے مراد اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا ہے، جس میں زکوٰۃ کے علاوہ صدقہ، خیرات، وقف اور ہر طرح کی نیکی کی مالی خدمت شامل ہے۔ قرآن نے انفاق کی مثال اس دانے سے دی ہے جس سے سات بالیاں اگتی ہیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوتے ہیں (سورۃ البقرہ، آیت 261 کا مفہوم)۔ اس کے معاشرتی اثرات بہت گہرے ہیں: پہلا اثر یہ ہے کہ غربت اور بے بسی کم ہوتی ہے، نادار خاندان تعلیم، علاج اور روزگار کی سطح پر اٹھتے ہیں۔ دوسرا اثر دولت کی گردش ہے: مال امیروں کے خزانوں میں بند رہنے کے بجائے بازار اور ضرورت مندوں تک پہنچتا ہے، قرآن نے دولت کے صرف مالداروں میں گردش کرنے کو ناپسند قرار دیا ہے (سورۃ الحشر، آیت 7 کا مفہوم)۔ تیسرا اثر سماجی ہم آہنگی ہے: جب امیر غریب کے کام آتا ہے تو طبقاتی نفرت کم ہوتی، محبت و اعتماد بڑھتا ہے اور جرائم کی شرح گھٹتی ہے۔ چوتھا اثر ادارہ جاتی فلاح ہے: تاریخ میں انفاق و اوقاف سے مساجد، مدارس، ہسپتال، سرائے اور لنگر کے بڑے بڑے نظام چلے ہیں۔ پانچواں اثر اخلاقی تربیت ہے: انفاق بخل و حرص کو ختم کر کے سخاوت، شکر اور قناعت پیدا کرتا ہے۔ چھٹا اثر معاشی استحکام ہے: مشکل وقت میں قرضِ حسنہ، کفالت اور صدقات خاندانوں کو تباہی سے بچا لیتے ہیں اور معاشرے میں امید بنی رہتی ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف آٹھ ہیں: فقراء، مساکین، عاملین، مولفۃ القلوب، رقاب، غارمین، فی سبیل اللہ اور ابن السبیل، اور ان مدوں کی جامعیت ظاہر کرتی ہے کہ یہ نظام محض عبادت نہیں بلکہ مکمل سماجی تحفظ کا پروگرام ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ اس نظام کو وسعت دے کر غربت میں کمی، دولت کی گردش، طبقاتی ہم آہنگی اور ادارہ جاتی فلاح کے اثرات پیدا کرتا ہے۔ اگر آج کے مسلمان زکوٰۃ و انفاق کو منظم، شفاف اور مستحق تک پہنچانے والے نظام کے طور پر اپنائیں، اور جزئی احکام میں علماء کی رہنمائی حاصل کریں، تو ہمارے معاشرے کی محرومی اور انتشار میں نمایاں کمی آسکتی ہے۔

سوال نمبر 3: نبی کریم ﷺ کی معاشی تعلیمات کا خلاصہ (یونٹ نمبر 7) (20 نمبر)

سوال نمبر 3۔ یونٹ نمبر سات میں درج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی تعلیمات کا خلاصہ تحریر کریں۔ (20)

تعارف

اسلام کی معاشی تعلیمات کسی الگ نظریاتی کتاب میں نہیں بکھری ہوئیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، مدینہ کے بازار، بیت المال کے نظام اور آپ کے اقوال و فرامین میں عملی صورت میں موجود ہیں۔ یونٹ نمبر سات میں انہی تعلیمات کو منظم صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ ان تعلیمات کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ مال اصل مالک اللہ کی امانت ہے اور انسان اس کا خلیفہ و امین ہے، لہٰذا کسب، خرچ اور تقسیم تینوں شریعت کے ضابطوں کے تابع ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام کی طرح یہاں بازار کو بالکل آزاد بھی نہیں چھوڑا گیا اور اشتراکی نظام کی طرح انفرادی ملکیت کو ختم بھی نہیں کیا گیا؛ بلکہ نجی ملکیت، حقوق و اور سماجی ذمہ داری کا متوازن نظام پیش کیا گیا ہے۔ زیر نظر جواب میں انہی معاشی تعلیمات کا خلاصہ اہم عنوانات کے تحت پیش کیا جائے گا، تاکہ طالب علم کے سامنے پورا نبوی معاشی تصور واضح ہو جائے۔

حلال کسب اور محنت کی ترغیب

معاشی تعلیمات کی پہلی بنیاد حلال کمانے کی فضیلت اور فرضیتِ طلبِ رزق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کی کمائی کو بہترین کھانا قرار دیا، سوال کرنے یعنی مانگنے کو ناپسند فرمایا اور اس شخص کی حوصلہ افزائی کی جو لکڑیاں چن کر بیچے اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچے۔ زراعت، تجارت، دست کاری اور ملازمت سمیت تمام جائز پیشوں کو عزت دی گئی اور کام چوری و سستی کو معاشی تباہی قرار دیا گیا۔ اس تعلیم کا سماجی ثمر یہ ہے کہ ہر فرد بوجھ بننے کے بجائے پیداوار میں حصہ دار بنتا ہے اور بے روزگاری و بھیک کا کلچر ختم ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ مزدور کے حقوق واضح کیے گئے: مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے دینا، کام کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنا اور اجیر کے ساتھ بھائی جیسا سلوک کرنا اسوۂ نبوی کا حصہ ہے۔

ملکیت، بازار اور قیمتوں کے اصول

دوسری بڑی تعلیم جائز نجی ملکیت کا تحفظ ہے: کسی کا مال اس کی خوشی کے بغیر لینا حرام قرار دیا گیا اور غصب و خیانت کی سختی سے ممانعت کی گئی، البتہ ملکیت کو مطلق آزادی نہیں دی گئی بلکہ اس پر زکوٰۃ، صدقہ اور حقوق العباد کی قید لگائی گئیں۔ تیسری تعلیم بازار کے اخلاقی ضابطے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بازار کا معائنہ فرماتے، گیہوں کے ڈھیر میں

ہاتھ ڈال کر اندر کی خرابی ظاہر کرنے والا مشہور واقعہ اسی نگرانی کی مثال ہے، جس پر آپ نے فرمایا کہ جو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔ ناپ تول کی کمی، عیب چھپانا، جھوٹی قسم، شہر سے باہر جا کر قافلے سے سستا مال لینا یعنی تلقی الجلب، اور دلالی میں بولی بڑھا کر دھوکا دینا یعنی نجش، یہ سب صورتیں ممنوع قرار پائیں۔ قیمتوں کے بارے میں آپ کا اصول یہ تھا کہ فطری طلب و رسد سے بننے والی قیمت میں مداخلت نہ کی جائے، چنانچہ مہنگائی کے زمانے میں نرخ مقرر کرنے کی درخواست پر آپ نے انکار فرمایا، البتہ ظلم، ذخیرہ اندوزی اور ناجائز منافع پر ریاستی نگرانی قائم رکھنے کی بھی تعلیم دی گئی۔ چوتھی تعلیم سادگی اور اسراف سے پرہیز ہے: فضول خرچی کو شیطان کے بھائیوں کا کام قرار دیا گیا (سورۃ الاسراء، آیت 27 کا مفہوم) اور میانہ روی کو ایمان کی معیشت کا حسن بتایا گیا۔

سود کی ممانعت اور مالیاتی اخلاقیات

پانچویں اور بنیادی تعلیم سود کی قطعی حرمت ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ حجۃ الوداع میں جاہلیت کے تمام سودی معاملات کو اپنے قدموں تلے رکھنے کا اعلان فرمایا اور سود لینے، دینے، لکھنے اور اس پر گواہ بننے والوں کو یکساں وعید سنائی۔ سود کو اس لیے ختم کیا گیا کہ یہ محنت کے بغیر سرمایے کی بڑھوتری قرض دار کا استحصال اور دولت کے ارتکاز کا سبب بنتا ہے۔ چھٹی تعلیم قرض کے آداب ہیں: قرض کی دستاویز لکھنا، گواہ بنانا (سورۃ البقرہ، آیت 282 کا مفہوم)، قرض دار کو مہلت دینا اور استطاعت کے باوجود ٹال مٹول کو ظلم قرار دینا اس نظام کا حصہ ہے۔ ساتویں تعلیم شراکت داری کی ترغیب ہے: مضاربہ اور شرکت جیسے ماڈلز خود آپ کی عملی زندگی سے ثابت ہیں، کیونکہ نبوت سے پہلے آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال سے مضاربہ کی بنیاد پر تجارت کی تھی۔ آٹھویں تعلیم بیت المال اور اجتماعی کفالت ہے: زکوٰۃ، عشر، خراج، فے اور صدقات سے جمع ہونے والا مال ناداروں، یتیموں اور عوامی ضرورتوں پر خرچ کیا جاتا تھا اور خلیفہ یا حاکم اسے اپنی ذاتی ملکیت نہیں سمجھ سکتا تھا۔

سماجی انصاف اور دولت کی گردش

نبوی معاشی تعلیمات کا آخری اور جامع پہلو سماجی انصاف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دولت کے چند ہاتھوں میں سمٹنے کو روکنے کے لیے وراثت کے ذریعے مال کی وسیع تقسیم، زکوٰۃ کے ذریعے سالانہ گردش اور وقف کے ذریعے دائمی فلاح کا نظام دیا۔ ہمسائے کی بھوک کی حالت میں پیٹ بھر کر کھانے والے کو کامل مومن نہ قرار دینا، مہمان

نوازی، قرضِ حسنہ اور عاریتِ اشیا کی ترغیب، یہ سب اسی انصاف کے مظاہر ہیں۔ عورت کو میراث، مہر اور اپنی کمائی میں آزاد ملکیت کا حق دیا گیا، غلاموں کے ساتھ معاشی حسنِ سلوک اور آزادی کی ترغیب دی گئی اور یتیم کے مال کی حفاظت کو سخت ترین ذمہ داری قرار دیا گیا۔ مجموعی طور پر یہ تعلیمات ایک ایسا معاشی اخلاقی نظام بناتی ہیں جس میں کمائی حلال، خرچ متوازن، بازار دیانت دار اور دولت گردش میں رہتی ہے۔ یہ بات بھی اہم ہے کہ ان اصولوں کی جدید مالیاتی صورتوں پر تطبیق اہلِ علم و ماہرینِ معیشت کی مشترکہ کوشش سے ہو گی، عوامی سطح پر خود ساختہ فتوے دینا درست نہیں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی تعلیمات حلال کسب، نجی ملکیت کا تحفظ، بازار کی دیانت، سود کی ممانعت، قرض و شراکت کے آداب، بیت المال کی امانت اور دولت کی منصفانہ گردش پر مشتمل ایک مکمل نظام ہیں۔ یہ تعلیمات نہ سرمایے کی مطلق آزادی کو مانتی ہیں اور نہ فرد کی ملکیت کو ختم کرتی ہیں، بلکہ اخلاق و قانون کے حسین امتزاج سے ایسا معاشرہ بناتی ہیں جہاں مال خدمت کا ذریعہ بنتا ہے، استحصال کا ہتھیار نہیں۔ آج کی معاشی بدحالی کا علاج بھی انہی اصولوں کی طرف واپسی میں ہے۔

سوال نمبر 4: معاشی زندگی کی ممنوعات (محرمات)، آج کی صورتِ حال اور تدارک (20 نمبر)

سوال نمبر 4۔ معاشی زندگی میں ممنوعات (محرمات) پر نوٹ لکھیں نیز موجودہ زمانے میں لوگوں کی معاشی زندگی میں ان ممنوعات کے موجود ہونے کی نشاندہی اور اس کے تدارک کی صورتیں بیان کریں۔ (20)

تعارف

اسلام نے معاشی زندگی کو دو واضح دائروں میں تقسیم کیا ہے: حلال، جس میں کسب و تجارت کی تمام پاکیزہ صورتیں شامل ہیں، اور حرام، جس میں وہ تمام معاشی سرگرمیاں آتی ہیں جو کسی فرد یا معاشرے کے استحصال، دھوکے یا نقصان پر مبنی ہوں۔ یہ ممنوعات محض مذہبی پابندیاں نہیں بلکہ معاشرے کو معاشی ظلم، عدم استحکام اور اخلاقی تباہی سے

بچانے کا نظام ہیں۔ قرآن و سیرت میں ان ممنوعات کی نشاندہی بڑی وضاحت سے موجود ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے بازار و معاشرے سے ان کا عملی خاتمہ بھی کر کے دکھایا۔ زیرِ نظر جواب میں پہلے اہم معاشی ممنوعات پر نوٹ لکھا جائے گا، پھر موجودہ زمانے کی معاشی زندگی میں ان کی موجودگی کی نشاندہی کی جائے گی اور آخر میں تدارک کی عملی صورتیں پیش کی جائیں گی۔

اہم معاشی ممنوعات

سب سے بڑی ممنوعہ صورت سود ہے: قرآن نے سود کو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کے مترادف قرار دیا ہے (سورۃ البقرہ، آیات 278 تا 279 کا مفہوم) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کے لین دین سے وابستہ تمام کرداروں کو وعید سنائی۔ دوسری ممنوعہ صورت رشوت ہے: دینے اور لینے والے دونوں پر لعنت کی گئی ہے، کیونکہ رشوت میرٹ، انصاف اور اداروں کی ساکھ تباہ کرتی ہے۔ تیسری صورت دھوکا دہی اور خیانت ہے: مال میں عیب چھپانا، ناپ تول میں کمی، ملاوٹ اور جھوٹی قسم یہ سب اسی ذیل میں آتے ہیں۔ چوتھی صورت ذخیرہ اندوزی اور ناجائز منافع خوری ہے: ضرورت کی اشیا روک کر مصنوعی مہنگائی پیدا کرنے والے کو سخت لفظوں میں کہہ کر اس کی مذمت کی گئی۔ پانچویں صورت جوا اور سٹہ یعنی میسر ہے، جس میں بغیر محنت و پیداوار کے دوسرے کے نقصان پر مال حاصل کیا جاتا ہے۔ چھٹی صورت چوری، ڈکیتی، غصب اور ناحق مال کھانا ہے: قرآن نے باطل طریقے سے ایک دوسرے کا مال کھانے سے منع فرمایا ہے (سورۃ النساء، آیت 29 کا مفہوم)۔ ساتویں صورت یتیم و کمزور کے مال کی خورد برد ہے، جسے آگ کا کھانا قرار دیا گیا۔ آٹھویں صورت اسراف و تبذیر اور حرام اشیا کی تجارت ہے: شراب، نشہ آور اشیا اور فحاشی سے جڑے کاروبار حرام آمدنی کے ذرائع ہیں۔ نویں صورت غرر یعنی ابہام والے معاملات ہیں، جن میں معاملے کی اصل صورت مبہم رکھ کر دوسرے کو نقصان کا خطرہ مول دیا جاتا ہے۔

موجودہ معاشی زندگی میں ان ممنوعات کی موجودگی

افسوس کہ آج کی معاشی زندگی میں یہ ممنوعات مختلف نئی صورتوں میں موجود ہیں۔ سود اب صرف ساہوکار کی دکان تک محدود نہیں رہا؛ بینکوں کے روایتی کریڈٹ کارڈ، لیٹ ادائیگی پر بھاری جرمانے، آسان اقساط کی اسکیموں میں چھپے چارجز اور تیز رفتار قرض دینے والی موبائل ایپلی کیشنز کے ذریعے عام آدمی اس جال میں پھنس رہا ہے۔ رشوت دفتری

فائلوں، ٹھیکوں، تقرریوں اور سرکاری خدمات تک پھیل چکی ہے اور بعض جگہ اسے حق سمجھ کر لیا دیا جاتا ہے۔ ملاوٹ خورد و نوش کی اشیا، ادویات اور پٹرول تک میں عام ہے، ناپ تول میں کمی پمپوں اور دکانوں پر معمول بن گئی ہے۔ تاجر اور سرمایہ کار طبقے کی ایک حصے کی طرف سے چینی، آٹا، گندم اور ادویات کی ذخیرہ اندوزی سے مصنوعی بحران اور مہنگائی پیدا ہوتی ہے جس کا بوجھ غریب پر پڑتا ہے۔ آن لائن بینکنگ، کرکٹ سٹے اور لاٹری نما ڈیجیٹل اسکیموں کی صورت میں نوجوانوں تک پہنچ چکا ہے۔ جعلی انعامی اسکیمیں، پونزی اور فراڈ سرمایہ کاری کے منصوبے ابہام و دھوکے یعنی فراڈ کی جدید صورتیں ہیں جن میں ہزاروں لوگ اپنی جمع پونجی لٹا بیٹھتے ہیں۔ کرپشن کے ذریعے عوامی مال کی خوردبرد، یتیموں و بیواؤں کی جائیداد پر قبضہ اور وراثت میں بہنوں کو حصہ نہ دینا بھی اسی فہرست کی تکلیف دہ صورتیں ہیں۔

تدارک کی صورتیں

تدارک کی پہلی صورت ایمان و اخلاق کی تربیت ہے: جب تک اللہ کی نگرانی اور آخرت کی جواب دہی کا یقین دلوں میں تازہ نہ ہو قانون اکیلا ان برائیوں کو نہیں روک سکتا، اس لیے تعلیمی اداروں، مساجد اور میڈیا کو حلال و حرام کی آگاہی کو مؤثر انداز میں عام کرنا ہو گا۔ دوسری صورت قانونی نفاذ ہے: ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ، رشوت اور فراڈ پر تیز اور غیر امتیازی سزا، پرائس کنٹرول اور مارکیٹ انسپکشن کا مؤثر نظام ان جرائم کی حوصلہ شکنی کرے گا، البتہ سزا دینا صرف عدالتوں اور مجاز اداروں کا کام ہے، عوام قانون ہاتھ میں نہ لیں۔ تیسری صورت متبادل حلال نظام کی فراہمی ہے: اسلامی بینکاری، تکافل، قرضِ حسنہ کے ادارے اور چھوٹے کاروباروں کے لیے شراکت داری کی سہولتیں سود کا عملی متبادل دیتی ہیں، اور کسی پراڈکٹ کی شرعی حیثیت مستند شرعی بورڈز سے تصدیق کرائی جائے۔ چوتھی صورت صارف کی آگاہی اور تحفظ ہے: معاہدہ پڑھ کر دستخط کرنا، رسید لینا، معیار جانچنا اور دھوکے کی صورت میں متعلقہ فورم پر شکایت کرنا ہر شہری کی ذمہ داری ہے۔ پانچویں صورت سماجی دباؤ و بائیکاٹ ہے: محلے و برادری کی سطح پر دھوکے باز تاجر اور راشی اہل کار کی حوصلہ شکنی اور دیانت دار کاروبار کی حوصلہ افزائی ماحول بدلتی ہے۔ چھٹی صورت سرکاری شفافیت ہے: ٹھیکوں و تقرریوں میں میرٹ اور کھلا احتساب رشوت کی جڑ کاٹتا ہے۔ ساتویں صورت خاندانی سطح پر وراثت کی بروقت و منصفانہ تقسیم ہے تاکہ یتیموں و خواتین کے حقوق ضائع نہ ہوں، اور اختلاف کی صورت میں اہلِ علم و عدالت سے رجوع کیا جائے۔

تدارک کی آٹھویں صورت تعلیم وروزگار کی فراہمی ہے: جب نوجوانوں کو ہنر اور باعزت روزگار میسر آئے تو وہ جوا، فراڈ اور رشوت جیسے راستوں کی طرف کم مائل ہوتے ہیں، اس لیے حکومت و نجی شعبے کو تکنیکی تربیت اور چھوٹے قرضِ حسنہ کے منصوبے بڑھانے چاہئیں۔ نویں صورت خاندانی و سماجی نگرانی ہے: والدین بچوں کی آمدن کے ذرائع پر نظر رکھیں اور غیر معمولی دولت پر سوال کرنے کا کلچر زندہ کیا جائے، کیونکہ جس معاشرے میں حرام کمائی پر کوئی پوچھنے والا نہ ہو وہاں یہ وبا خاموشی سے پھیلتی رہتی ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ سود، رشوت، دھوکا، ذخیرہ اندوزی، جوا، غصب اور اسراف جیسی معاشی ممنوعات اسلام نے اس لیے حرام قرار دیں کہ یہ فرد و معاشرے دونوں کو تباہ کرتی ہیں۔ آج یہی برائیاں نئی شکلوں میں ہمارے بازار، دفاتر اور ڈیجیٹل زندگی میں موجود ہیں۔ ان کا مقابلہ ایمانی تربیت، مؤثر قانون، حلال متبادل نظاموں، صارف آگاہی اور سماجی احتساب کے مجموعے سے ممکن ہے۔ جب معاشرہ حلال کو عزت اور حرام کو عیب سمجھنے لگے تو معاشی زندگی پاکیزہ، ہموار اور پائیدار بھی۔

سوال نمبر 5: تقسیمِ دولت کا مفہوم، اہمیت اور صورتیں (20 نمبر)

سوال نمبر 5۔ تقسیمِ دولت کے مفہوم، اہمیت اور صورتوں پر مفصل مضمون لکھیں۔ (20)

تعارف

دولت کسی بھی معاشرے کی زندگی کی روانی ہے، مگر اس کا اصل مسئلہ اس کی پیداوار سے زیادہ اس کی تقسیم ہے۔ اگر دولت چند ہاتھوں میں سمٹ جائے تو غربت، محرومی، جرائم اور سماجی انتشار پیدا ہوتا ہے اور اگر اس کی منصفانہ گردش جاری رہے تو ہر طبقہ زندگی کی بنیادی خوشیاں حاصل کرتا ہے۔ اسلام نے اس مسئلے کو بڑی سنجیدگی سے لیا: قرآن کریم نے واضح اصول دیا کہ مالِ فے اس لیے اجتماعی ضرورتوں پر خرچ کیا جائے تاکہ دولت صرف مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتی رہے (سورۃ الحشر، آیت 7 کا مفہوم)۔ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں زکوۃ، وراثت، وقف اور صدقات کے ذریعے ایسا نظام قائم کیا جس میں دولت مخصوص طبقات سے نکل کر پورے معاشرے میں پھیلتی رہی۔ زیرِ نظر مضمون میں تقسیمِ دولت کا مفہوم، اس کی اہمیت اور اسلام میں اس کی مختلف صورتوں کو مفصل بیان کیا جائے گا۔

تقسیمِ دولت کا مفہوم

تقسیمِ دولت سے مراد وہ انتظام ہے جس کے ذریعے کسی معاشرے کی مجموعی دولت اور آمدنی مختلف افراد و طبقات تک منصفانہ طور پر پہنچتی ہے۔ اس کی دو بنیادی سطحیں ہیں: پہلی ابتدائی تقسیم ہے، یعنی پیداوار کے عمل ہی میں مزدور، کسان، تاجر اور سرمایہ کار ہر ایک کو اس کی محنت و حصے کا جائز معاوضہ ملے، اجرت مناسب ہو اور کسی کا استحصال نہ ہو۔ دوسری ثانوی تقسیم ہے، یعنی جو دولت کچھ افراد کے پاس ضرورت سے زائد جمع ہو جائے، اس کا ایک حصہ زکوۃ، ٹیکس، صدقات اور سماجی اداروں کے ذریعے ان لوگوں تک پہنچے جو کسی وجہ سے کمانے سے قاصر ہیں، جیسے یتیم، بیوہ، معذور، بیمار اور بوڑھے۔ اسلامی تصور میں تقسیم کا مطلب سب کو برابر دینا نہیں ہے، کیونکہ استعداد و محنت کے فرق سے آمدنی کا تفاوت فطری ہے؛ اصل مقصد یہ ہے کہ کوئی بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہے، دولت ارتکاز کا شکار نہ ہو اور ہر فرد کو آگے بڑھنے کا موقع میسر آئے۔ اسی مفہوم کو عدلِ معاشی بھی کہا جاتا ہے۔

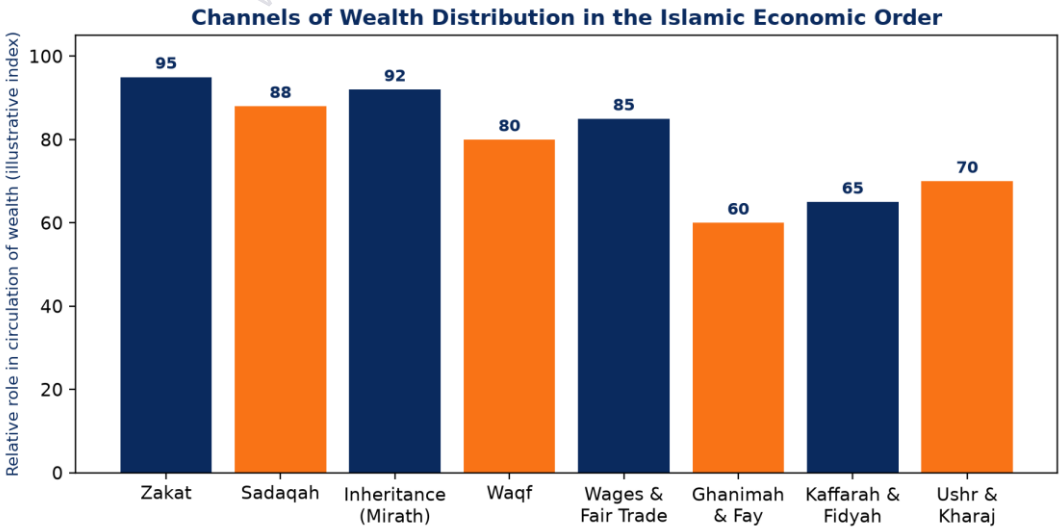
تقسیمِ دولت کی اہمیت

تقسیمِ دولت کی اہمیت کئی پہلوؤں سے واضح ہوتی ہے۔ پہلی یہ کہ یہ غربت کا علاج ہے: جب دولت نیچے کے طبقات تک پہنچتی ہے تو بھوک، بیماری اور جہالت کم ہوتی ہے اور انسانی وقار بحال رہتا ہے۔ دوسری یہ کہ یہ سماجی امن کی ضمانت ہے: تاریخ گواہ ہے کہ جہاں امیر و غریب کا فاصلہ حد سے بڑھتا ہے وہاں جرائم، چوری، فساد اور بغاوت جنم لیتی ہے، جبکہ منصفانہ تقسیم طبقاتی نفرت کو محبت میں بدل دیتی ہے۔ تیسری یہ کہ یہ معاشی سرگرمی کو تیز کرتی ہے: غریب اور متوسط طبقے کے ہاتھ میں پیسہ آتے ہی وہ بازار میں خرچ ہوتا ہے، طلب بڑھتی ہے، کاروبار چلتے ہیں اور روزگار پیدا ہوتا ہے، جبکہ دولت خزانوں میں بند ہو تو معیشت جمود کا شکار ہو جاتی ہے۔ چوتھی یہ کہ یہ سیاسی استحکام لاتی ہے:

محروم طبقات ہی انتہا پسندی و انتشار کا ایندھن بنتے ہیں، ان کی کفالت ریاست کو مضبوط کرتی ہے۔ پانچویں یہ کہ یہ اخلاقی و روحانی فریضہ ہے: مالدار پر نادار کا حق تسلیم کرنا احسان نہیں، اللہ کا حکم ہے، اور اس سے معاشرے میں شکر، سخاوت اور بھائی چارے کی فضا بنتی ہے۔

اسلام میں تقسیمِ دولت کی صورتیں: زکوٰۃ و صدقات

اسلام میں تقسیمِ دولت کی پہلی اور سب سے منظم صورت زکوٰۃ ہے، جس کے آٹھ مصارف قرآن میں متعین ہیں اور جو ہر سال صاحبِ نصاب کے مال سے ناداروں کو باقاعدہ منتقل ہوتی ہے۔ دوسری صورت صدقہ و خیرات کی عمومی فضا ہے: صدقۂ فطر، قربانی کا گوشت، کفارات، نذر و منت کے کھانے اور پوشیدہ و اعلانیہ صدقات کے ذریعے روزانہ کی بنیاد پر دولت گردش کرتی رہتی ہے۔ تیسری صورت وقف ہے، جس میں کوئی اپنا مال یا جائیداد ہمیشہ کے لیے فلاحی مصرف میں دے دیتا ہے؛ مساجد، مدارس، ہسپتال، کنویں اور لنگر خانے صدیوں تک اسی نظام سے چلتے رہے ہیں اور یہ تقسیم کی دائمی صورت ہے۔ چوتھی صورت قرضِ حسنہ اور عاریت ہے، جس سے ضرورت مند بغیر سود کے عارضی مشکل سے نکل آتا ہے اور اس کی عزتِ نفس بھی مجروح نہیں ہوتی۔



شکل 1: اسلامی نظام میں دولت کی تقسیم و گردش کے ذرائع

تقسیم کی دیگر صورتیں: وراثت، اجرت اور ریاستی نظام

پانچویں بڑی صورت میراث یعنی وراثت ہے: مرنے والے کا مال چند وارثوں کے بجائے بیٹے بیٹیوں، والدین، شوہر یا بیوی اور قریبی رشتہ داروں سمیت وسیع دائرے میں تقسیم ہوتا ہے، یہاں تک کہ عورتوں اور نابالغ بچوں کا حصہ بھی سرِ فہرست رہے؛ یوں ہر نسل کے ساتھ بڑی بڑی جاگیریں خود بخود چھوٹے حصوں میں بٹتی جاتی ہیں اور دولت کا ارتکاز ٹوٹتا رہتا ہے۔ چھٹی صورت منصفانہ اجرت و معاوضہ ہے: مزدور کو اس کی محنت کا پورا اور بروقت حق دینا، کسان کو فصل کا جائز حصہ دینا اور شراکت داری میں نفع کی مناسب تقسیم ابتدائی تقسیم کی اہم صورتیں ہیں۔ ساتویں صورت بیت المال اور ریاستی سماجی تحفظ ہے جس میں عشر، زکوٰۃ، فے اور عام محصولات سے حاصل آمدنی یتیموں، بیواؤں، معذوروں اور عوامی سہولتوں پر خرچ ہوتی ہے؛ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں وظائف کی فہرستیں اور بچوں تک کے لیے وظیفے اسی نظام کی مشہور مثالیں ہیں۔ آٹھویں صورت عام معاشی آداب ہیں: ہمسائے و رشتہ دار کی خبر گیری، مہمان نوازی، تحفے تحائف کا تبادلہ اور شادی بیاہ و خوشی غمی میں باہمی شرکت جیسے معمولات بھی چھوٹے پیمانے پر دولت کو گردش میں رکھتے ہیں۔ ان تمام صورتوں کا مجموعہ ایک جال کی مانند ہے جس سے کوئی ضرورت مند آسانی سے نہیں بچ نکلتا۔

جدول 1: تقسیمِ دولت کی صورتوں کا موازنہ

صورت	نوعیت	اثر
زکوٰۃ	فرض، سالانہ، مقررہ شرح	منظم و مستقل تقسیم
صدقہ و خیرات	نفلی، روزمرہ	فوری ضرورت کی تکمیل
وقف	دائمی، رضاکارانہ	ادارہ جاتی فلاح کا استحکام
میراث	قانونی، نسل در نسل	دولت کے ارتکاز کا خاتمہ
منصفانہ اجرت	ابتدائی تقسیم	استحصال کی روک تھام

بیت المال	ریاستی نظام	سماجی تحفظ کی ضمانت

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ تقسیمِ دولت کا مفہوم دولت کی منصفانہ گردش ہے، جس کا مقصد نہ سب کو یکساں کر دینا ہے اور نہ محنت کی حوصلہ شکنی، بلکہ یہ یقینی بنانا ہے کہ بنیادی ضروریات ہر فرد کو میسر آئیں اور دولت چند ہاتھوں کا کھیل نہ بنے۔ اس کی اہمیت غربت کم کرنے، سماجی امن، معاشی روانی اور سیاسی استحکام سے ظاہر ہے۔ اسلام نے اس کے لیے زکوٰۃ، صدقات، وقف، میراث، منصفانہ اجرت اور بیت المال جیسی ہمہ گیر صورتیں فراہم کی ہیں جو صدیوں سے عملی طور پر آزمودہ ہیں۔ اگر آج ان صورتوں کو دیانت، شفافیت اور اہلِ علم کی رہنمائی کے ساتھ زندہ کیا جائے تو ہمارے معاشرے کی سب سے بڑی بیماری یعنی معاشی ناانصافی کا علاج ممکن ہے۔

USMAN NOTES www.usmannotes.com